رسالہ ''مسلم'' میں قرآنی آیات لکھی ہیں، جن میں ''مسلم'' کا لفظ ہے۔ آپ اس سے استدلال یہ کرتے ہیں کہ نام صرف ایک یعنی مسلم ہے اور کوئی دوسرا نام جائز نہیں۔ بحث اس میں ہے کہ مسلم کے علاوہ کوئی اور نام جائز ہے یا نہیں۔ قرآن کہتا ہے ﴿ولا تفرقوا﴾ [آل عمران ۱۰۳] فرقے فرقے نہ بنو ''فرقے مختلف ناموں سے بنتے ہیں۔'' یہ استدلال غلط ہے۔ فرقے ''ناموں'' سے نہیں بنتے، فرقے ''منہج کی تبدیلی'' سے بنتے ہیں۔ مذہب صحیح کے بھی مختلف پہلوؤں سے کئی نام ہو سکتے ہیں، اگر مذہب غلط ہو تو نام خواہ کتنا اچھا ہو، اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

نام پر اصرار کرنا اور منہج و مذہب کو نظر انداز کرنا یہود و نصاریٰ کا شیوہ ہے، جو کہتے تھے ﴿کونوا ھوداً أو نصاریٰ تھتدوا﴾ [البقرۃ ۱۳۵] ''یہود یا نصاریٰ بن جاؤ، ہدایت والے ہو جاؤ گے۔'' وہ یہود و نصاریٰ نام رکھنے کو ہی ہدایت سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا ﴿بل ملۃ ابراھیم حنیفا﴾ [البقرۃ ۱۳۸] دین ابراہیم کو اپناؤ، ناموں پر نہ مرو۔ یہود و نصاریٰ کہتے تھے، ﴿لن یدخل الجنۃ إلا من کان ھودا أو نصاریٰ﴾ [البقرۃ ۱۱۱] جنت میں صرف یہود و نصاریٰ ہی جائیں گے اور کوئی نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا ﴿بلیٰ من أسلم وجھہ للہ وھو محسن﴾ [البقرۃ ۱۱۲] کیوں نہیں جو بھی اخلاص کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ کے آگے جھکا دے گا وہ جنت میں جائے گا۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿إن الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین من اٰمن باللہ ......﴾ [البقرۃ ٦٢] مطلب یہ ہے کہ جنت کسی خاص نام کے گروہ کے لیے مخصوص نہیں، جنت میں ہر وہ شخص اور گروہ جائے گا جس کا ایمان اور عمل درست ہوگا۔ خواہ وہ امت محمدیہ کے مومنین ہوں یا پہلی امتوں مثلاً یہود و نصاریٰ اور صائبین کے نیک لوگ۔ اس آیت سے واضح ہے کہ نام بیشک مختلف بھی ہوں لیکن عقیدہ و منہج ایک ہونا چاہیے۔ دین اسلام پر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک کتنے نیک لوگ گزرے ہیں وہ سب بھی مسلمین تھے، لیکن اپنی امتوں کے لحاظ سے ان کے نام اور بھی تھے۔ ہر نبی کی امت مسلمین ہوتے ہوئے مختلف امتیازی ناموں سے مشہور رہی ہے۔ جیسے یہود، نصاریٰ، اہل کتاب، صابی وغیرہ۔

لہٰذا یہ کہنا کہ نام صرف ایک یعنی مسلم ہے اور کوئی نہیں۔ ایجاد بندہ اور یہ نظریہ گندہ ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ بات آج تک کسی عالم نے نہیں کہی کہ مسلم کے سوا اور کوئی وصفی نام جائز نہیں۔ آپ ساری عمر تو رہے بی۔ ایس سی اور اب بنالی جماعت المسلمین اور کرنے لگے تفسیر قرآن ......اب اللہ ہی خیر کرے۔

☆☆☆☆

اخلاقیات
قسط: ۲

طلبہ میں اخلاق حسنہ کی تعلیم

محمد ابراہیم لاہور

۴۔ اساتذہ سے حسن اخلاق

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے ''جس نے مجھے ایک لفظ بھی پڑھایا، وہ میرا آقا ہے۔'' استاد کا مقام طلبہ کے لیے روحانی باپ کی طرح ہے۔ حقیقی باپ بچوں کو کھانا کھلاتا ہے، ان کی ضروریات زندگی کا خیال رکھتا ہے۔ روحانی باپ کی حیثیت حقیقی باپ سے کچھ کم نہیں ہے، کیونکہ ایک بچے کو معاشرے کے لیے اچھا فرد بنانا زیادہ مشکل کام ہے۔

طلبہ کے اندر اساتذہ کا احترام پیدا کرنا از حد ضروری ہے۔ استاد کی قدر دن بدن کم ہوتی جارہی ہے۔ اس معاملے میں استاد کی بھی کچھ کوتاہیاں ہیں۔ آج کے اکثر اساتذہ مفت میں طلبہ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ (یعنی سکول کالج کے اساتذہ کو ٹیوشن فیس کی عادت پڑ گئی ہے۔) کسی زمانے میں دنیا میں جس شخصیت کی عزت تھی وہ شخصیت استاد ہی کی تھی۔ تعلیم دینا پیغمبرانہ پیشہ ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''**انما بعثت معلماً**'' (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔) [ابن ماجہ مقدمة باب ۱۷ ح: ۲۲۹] لہٰذا اس سے معزز تر کوئی پیشہ نہیں ہے۔ اگر استاد اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنا چاہے تو اسے اپنے معمولات زندگی میں معلم حقیقی ﷺ کی طرز زندگی کو مقدم کرنا ہوگا، عزت خود بخود مل جائے گی۔ امین اور مامون جیسے شہزادوں کی طرح طلباء عزت کرنے لگیں گے۔

۵۔ کلاس فیلوز سے حسن اخلاق :

ایک کمرہ جماعت میں 30-20 طلباء ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان پیار و محبت پیدا کرنا استاد کا اولین فریضہ ہے۔ اس مقصد کی خاطر طلباء کو مندرجہ ذیل باتیں سمجھائی جائیں:

- آپ سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔
- ایک دوسرے کو بھائی کہہ کر پکاریں۔
- ایک دوسرے کی چیزوں کی حفاظت کریں۔
- اگر کسی سے غلطی ہو جائے تو دوسرا معاف کردے۔
- اگر کسی ساتھی کو شارپنر، پنسل یا ربڑ وغیرہ کی ضرورت ہو تو دے دیں۔

اصلاح کے لیے احادیث نبویہ پیش کریں۔ مثلاً جھوٹ کے بارے میں بتا رہے ہوں تو طلباء کو یہ بتائیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: کیا مؤمن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ''ہاں'' پوچھا کیا مؤمن کنجوس ہوسکتا ہے؟